ISSN Online : 2709-4162
ISSN Print : 2709-4154

Volume.7, Issue.1 (2024)
(January-March)

Analytical review of Abridgement of Mohsin Khalid Mohsin's book "Aab-e-Ravaa;n"

محسن خالد محسن کی اختصار نویسی (نثر پارے) پر مبنی تصنیف "آبِ رواں" کا تجزیاتی جائزہ

امامہ ریاست

عظمیٰ نورین

شعبہ اُردو (سکول ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ، اٹک) Imamariasat2020@gmail.com

شعبہ اُردو (گورنمنٹ ویمن یونی ورسٹی، سیالکوٹ) uzmanoreengcwus@gmail.com

Abstract

The tradition of abridgement in Urdu literature is very old. Although little work has been done on it, as a genre, it has a prominent position as a sub-genre in the main genres of Urdu prose. Wasif Ali Wasif has the main role in promoting the tradition of abridgement. This paper is based on an analytical study of Mohsin Khalid Mohsin's abridgement which aims to briefly analyse his writings while keeping the personality of Mohsin Khalid Mohsin in the background. This essay is an attempt to bring forward scholarly criticism of the diverse narratives of Pakistani society.

Keywords: Abridgement prose genres, Wasif Ali Wasif, Pakistani society, Pakistani politics, moral values, Islamic thought, international oppression, globalization, dictatorial rule, 21st century.

خلاصہ: اردو ادب میں اختصار نویسی کی روایت بہت پرانی ہے۔ اگرچہ اس پر کام بہت کم ہوا ہے تاہم بطور صنف اسے اردو نثر کی مرکزی اصناف میں ذیلی صنف کی حیثیت سے ممتاز مقام حاصل ہے۔ اختصار نویسی کی روایت کو بڑھاوا دینے میں واصف علی واصف کا بنیادی کردار ہے۔ یہ مقالہ محسن خالد محسن کی اختصار نویسی پر مشتمل تصنیف "آب رواں" کے تجزیاتی مطالعہ پر مبنی ہے جس میں محسن خالد محسن کی شخصیت کو پس منظر میں رکھتے ہوئے ان کی تصنیف کا اجمالاً تجزیہ کرنا مقصود ہے۔ یہ مقالہ پاکستانی سماج کے متنوع بیانیوں کے عالمانہ انتقاد کو سامنے لانے کی کوشش ہے۔

کلیدی الفاظ۔ اختصار نویسی، نثری اصناف، واصف علی واصف، پاکستانی سماج، پاکستانی سیاست، اخلاقی اقدار، اسلامی فکر، بین الاقوامی جبر، عالمگیریت، آمرانہ تسلط، اکیسویں صدی

اُردو زبان اور اس کا ادب اس لحاظ سے خوشحال ہے کہ اس میں بیسویوں اصناف کا خزینہ موجود ہے۔ اُردو ادب کی جملہ اصناف میں تخلیق کار نے اپنی تخلیقی جودت کو پیش کیا ہے۔ نثری اصناف میں وقت کے ساتھ تبدیلی آرہی ہے اور یہ بدلاؤ ادب کے لیے سود مند ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ادب وہی تروتازہ اور خوشحال ہے جس میں وقت گزرنے کے ساتھ اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ نثری اصناف میں اکیسویں صدی میں جس صنف کو تیزی سے مقبولیت مل رہی ہے وہ اختصاریے (نثر پارے) کی صنف ہے۔ اس صنف کو باقاعدہ متعارف کروانے میں واصف علی واصف کا کردار بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔

ISSN Online : 2709-4162
ISSN Print : 2709-4154
Volume.7, Issue.1 (2024)
(January-March)

واصف علی واصف ایک درویش منش صوفی ادیب تھے جنھوں نے اپنے صوفیانہ افکار تو اختصاریے کی صورت میں ''قطرہ قطرہ دریا، کرن کرن سورج، حرف حرف حقیقت'' میں بیان کیا ہے۔ان کے یہ اختصاریے زیادہ تر ان کی گفتگو سے اخذ شدہ ہیں جو یہ روزانہ، ہفتہ وار اور مہینہ وار مختلف جگہوں میں سامعین کے سامنے کرتے تھے۔اختصاریے کی روایت برسوں پرانی ہے، یہ ایک طرح کے تراشیدہ اقتباس ہوتے ہیں جو کسی مخصوص صورتحال کی عکاسی کرتے ہیں۔

اکیسویں صدی میں ایک اور نام اُبھر کر سامنے آتا ہے جس کے ہاں اختصاریے کی روایت کو خاص اہمیت حاصل ہے۔یہ نام محسن خالد محسن کا ہے۔ محسن خالد محسن ایک شاعر، نقاد، محقق، کالم نگار اور اختصار نویس کی حیثیت رکھتے ہیں۔ان کی شاعری میں دو کتابیں ''کچھ کہنا ہے'' اور ''دُھند میں لپٹی شام'' چھپ چکی ہیں اور قارین سے دادِ تحسین وصول کر چکی ہیں۔

محسن خالد محسن نے اختصاریے پر مبنی کتاب آبِ رواں کو 2016 میں دُعا پبلی کیشنز، لاہور سے شائع کروایا۔ یہ کتاب ان کے جملہ خیالات، احساسات، کیفیات، واردات اور تجربات کا نچوڑ ہے۔اس کتاب میں انھوں نے اپنی زندگی کے جملہ اسرور موز کا احاطہ کیا ہے۔اس کتاب کو پڑھتے ہوئے جگہ جگہ یہ احساس ہوتا ہے کہ ایک انسان زندگی کی مشکلات اور آزمائشوں کو کس قدر گہرائی اور سنجیدگی سے دیکھتا ہے اور پھر آسانی اور راحت میسر آنے پر اسے بُھلانے کی کوشش بھی کرتا ہے، اس کے باجود تجربے سے گزری ہوئی کیفیات کو بھلانا ممکن نہیں ہوتا۔

محسن خالد محسن کی کتاب ''آبِ رواں'' میں اختصار نویسی کا منطقی سلسلہ موجود ہے۔ان اختصاریوں میں آورد کی نسبت آمد کا زیادہ دخل ہے۔ تخلیق کار پر حالات وواقعات کا دھارا جس انداز پر وارد ہوتا ہے، اُسی لحاظ سے رقم کی شعوری کوشش نظر آتی ہے۔اس کتاب کو پڑھ کر یہ احساس ہوتا ہے کہ سمندر ایسی وسعت رکھنے والے حقائق کو کوزے میں سمیٹ دیا گیا ہے۔

محسن خالد محسن کی نثر کے برعکس ان کی شاعری میں بھی آمد کی داخلیت کا عنصر زیادہ واضح نظر آتا ہے۔ان کے کالم پڑھنے سے تعلق رکھتے ہیں جن میں پاکستانی سماج کی اخلاقی اور سماجی برائیوں پر شدید طنز ملتا ہے۔ یہ طنز ہمیں ان نثر پاروں اور اختصاریوں میں بھی دکھائی دیتا ہے جس کی کاٹ اور شدت کو قاری کے حواس پر پوری طرح اثر کرتے ہوئے محسوس کیا جاسکتا ہے۔اس کتاب کے سرورق پر کتاب سے منتخب نثر پارے دیئے گئے ہیں جو انسان کی توجہ کو اپنی طرف مائل کرتے ہیں:

محسن خالد محسن کتاب کے سرورق پر اختصاریوں کے انتخاب میں لکھتے ہیں:

- حقیقت تک پہنچنے کے لیے ضروری ہے کہ حقائق کو شک کی نگاہ سے دیکھا جائے۔
- سب سے بڑی دولت اپنی ذات پر مطمئن ہونا ہے۔
- یک طرفہ محبت اکثر ناکام ہو جاتی ہے کیونکہ اس میں سطحیت زیادہ اور دوُرخی افہام کم ہوتا ہے۔
- بچپن ایک کٹی ہوئی پتنگ کی طرح ہے جو کبھی لوٹ کر نہیں آتا۔
- کسی شخص کو جھوٹا اور سچا ثابت کرنا دُنیا کا مشکل ترین کام ہے لیکن ہم یہ کام لمحوں میں کر گزرتے ہیں۔

محسن خالد محسن کے مذکورہ اختصاریے ان کی شخصیت کے تخلیقی مزاج کو سمجھنے کے لیے کافی ہیں۔انھوں نے زندگی کو جس انداز سے دیکھا، برتا اور روا رکھا، اس کا ذکر ان اختصاریوں میں نظر آتا ہے۔آبِ رواں کا حرفِ آغاز پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ یہ حرفِ آغاز ہر مڈل کلاس انسان کا المیہ اور ماتم ہے۔رشتوں کی بے مروتی اور بے وفائی کا تذکرہ اس پیش لفظ کا نوحہ ہے۔

''دُنیا میں جب بچہ پہلی بار آنکھ کھولتا ہے تو اپنے ارد گرد ہنستے، مسکراتے لوگوں کی طرف حیرانی سے دیکھتا ہے اور پھر آنکھیں میچ کر کن انکھیوں سے دیکھتا ہے کہ میری پیدائش پر یہ لوگ کیوں ہنس رہے ہیں؟ کیا یہ میرے اپنے تئیں دُنیا میں آجانے پر حیران ہیں یا کسی ہنگامی ضرورت کے تحت مجھے از خود پیدا ہو جانے پر ماتم کناں ہیں۔''(۱)

زندگی کے بارے میں محسن خالد محسن کا نکتہ نظر عجیب و غریب ہے۔زندگی کو ہر حاذق و ناصح اور عاقل و دانشور کے ہاں مختلف صورتوں اور اشکال میں جلوہ گر ہوتے دیکھا جاسکتا ہے۔زندگی خوبصورت ہے، چالاک ہے، عیار ہے۔ ملمع کار ہے اور جانے اس کے کتنے رنگ، طور اور انواع ہیں۔لکھتے ہیں:

ISSN Online : 2709-4162
ISSN Print : 2709-4154
Volume.7, Issue.1 (2024)
(January-March)

''زندگی کہنے کو پُر کشش اور جاذبِ نظر ہے مگر رشتوں میں منافقت اور مفاد کی بُو خونی اور خود ساختہ رشتوں کی چمک کو ماند کر دیتی ہے اور یوں ایک کامیاب شخص تناور درخت کی طرح یک لخت ڈھ جاتا ہے جس کے پتوں اور شاخوں کو جیسے کسی نے شب خون مار کر کاٹ ڈالا ہو اور وہ صبح کی روشنی میں خور کو ٹکڑوں میں برہنہ منقسم دیکھا کر اپنے ہی وجود سے شرمندہ و خجل ہو رہا ہو۔''(۲)

محسن خالد محسن نے آبِ رواں کے پیش لفظ میں زندگی کے ہست اور عدم پر سوال اُٹھایا ہے۔ محسن خالد محسن کا کہنا ہے کہ زندگی کا وجود اور اس کا جواز کیوں ہے، کیا زندگی سب پر ایک طرح سے گزرتی ہے اور ایک ہی انداز و نوع میں روئیہ اختیار کرتی ہے یا اس کی کئی شکلیں، صورتیں اور سوانگ ہیں جن کی طلسمانہ اسیری میں انسان اول بہلتا ہے اور آخر آ پھلتے پھسلتے گرداب میں جا گرتا ہے۔ زندگی کے اس متنوع تصور کے بارے میں لکھتے ہیں:

''زندگی کیا ہے اور کیوں ہے اس کی تفہیم سمجھ سے بالاتر نہیں ہے، المیہ یہ ہے کہ ہم خود کو سمجھنا ہی نہیں چاہتے بلکہ ہمیشہ گلہ کرتے ہیں کہ ہمیں کوئی سمجھنا ہی نہیں چاہتا، ہمیں کوئی سمجھتا ہی نہیں، والدین کو اُولاد سے گلہ ہے کہ ہماری اُولاد ہمیں نہیں سمجھ رہی اور اُولاد کو اپنی جگہ پریشانی لاحق ہے کہ ہمارے والدین ہمیں جینے نہیں دیتے، ہم خود اپنے فیصلے کرنا چاہتے ہیں۔ اب کون کس کی زندگی کے فیصلے کرنا چاہتا ہے اور وہ فیصلے کس کی زندگی کے بارے میں کیے جا رہے ہیں اور کیوں کیے جا رہے ہیں اور کس نوع میں کیے جا رہے ہیں، یہ ایک عجیب گورکھ دھندہ ہے جس نے ہم سب کی زندگیوں کو باہم الجھا دیا ہے۔''(۳)

محسن خالد محسن کی دکھتی رگ رشتوں کی پامالی اور بے مروتی ہے، ان کے ہاں رشتوں کے تقدس کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ آبِ رواں کا دو تہائی حصہ اسی دُکھتی رگ کی تفہیم سے عبارت ہے۔ محسن خالد محسن نے زندگی کو متنوع انداز میں زیست کیا ہے، ان کے ہاں زندگی کے جملہ تصورات کے بارے میں آرا ملتی ہیں، اس کتاب کو پڑھتے ہوئے یہ رائے قائم کرنے کو جی چاہتا ہے کہ محسن خالد محسن زندگی کا بناض شناس تخلیق کار ہے جس کے ہاں زندگی کے متنوع بیانیے کی بازگشت سنائی دیتی ہے۔ لکھتے ہیں:

''ہم آخر کیوں نہیں سمجھتے کہ رشتوں کی مضبوطی، اعتماد اور خلوصِ نیت سے چاہنے اور باہم عزت دینے سے ہے۔ زندگی انسان کے معاملات میں از خود دخل اندازی نہیں کرتی بلکہ اپنا سفر فطری انداز میں طے کرتی رہتی ہے لیکن ہم اپنے تراشے ہوئے راستوں کو ترجیح دے کر زندگی کے ٹریک کے مخالف چلنا شروع کر دیتے ہیں جس سے قدامت کی زنجیریں ٹوٹنے کی بجائے مزید ہمارے گرد واہموں کا جال بُن دیتی ہیں اور آزاد ہونے کی چاہ اسیری کا شکار ہو جاتے ہیں اور اپنے تئیں سمجھتے ہیں یہ ہماری انفرادیت کا وصف ہے جبکہ یہی اصل غلامی ہے۔''(۴)

محسن خالد محسن نے آبِ رواں کے پیشِ لفظ کو زندگی کا بیانیہ قرار دیا ہے۔ یہ پیشِ لفظ ایک نقشِ زیست کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس پیشِ لفظ کو کتاب سے جدا کر کے پڑھا جائے تو زندگی کے بیانیے کے بارے میں ایک نیا بیانیہ سامنے آتا ہے جس کی جزوی حیثیت کو مخالف آرا کے باوجود پوری طرح تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ زندگی کے تصور کے بارے میں لکھتے ہیں:

''زندگی ایک دائرہ ہے اس دائرے میں ہم مزید دائرہ بنا کر اپنی ذات کی اسیری میں محوِ گردش ہیں۔ محبت اس مدار کے چمن میں کبھی بارش تو کبھی طوفان کے پیراہن اُوڑھ کر جلوہ گر ہوتی ہے۔ اب آپ پر منحصر ہے کہ آپ زندگی کے فطری دائرے میں پناہ لیتے ہیں یا خود کو اپنے خود ساختہ دائرے میں مقید کر کے زندگی کے اصل ذائقے سے محروم رکھتے ہیں۔''(۵)

آبِ رواں میں اختصاریوں کی کوئی ترتیب نہیں ہے۔ یہ انسانی معاشرت کے تراشے ہیں، یہ انسانی حیات کے مرقعے ہیں اور یہ انسانی زیست کے شاخسانے ہیں۔ تخلیق کار نے اسے فطری انداز میں رکھا ہے، یعنی جس طرح یہ اختصاریے ان کے مشاہدات و تجربات کو الفاظ کی شکل میں مشتکل کرتے ہوئے رقم ہوئے ویسے ہی تخلیق کار نے انھیں صفحہ قرطاس پر بکھیر دیا ہے۔ آبِ رواں کا پہلا اختصاریہ انا کے بارے میں ہیں، انا انسانی زندگی کا ایسا المیہ ہے جس کے بارے میں بہت کچھ لکھنے، سمجھنے، رائے قائم کرنے اور تاثر دینے کے باوجود اس کی زہرناکی سے بچنا بہت مشکل ہے۔ لکھتے ہیں:

ISSN Online : 2709-4162
ISSN Print : 2709-4154
Volume.7, Issue.1 (2024)
(January-March)

''ہم ہمیشہ انا کے سائے میں خود کو پروان چڑھتا دیکھتے ہیں اور ہم یہ بھول جاتے ہیں کہ ہم انسان ہیں۔ حالاں کہ انسانیت کا بشری تقاضا محض یہی ہے کہ رشتوں کی گرہ کو ایک مضبوط بندھن کی طرح نبھایا جائے لیکن ہم اپنی خود ساختہ انا کی پرورش و پرداخت، نسلی، خونی اور جذباتی رشتوں کی بھینٹ چڑھا کر کرتے ہیں۔ ایک وقت آتا ہے جب یہ رشتے ایک ایک کر کے ہمارے قُرب اور اختیار سے دور ہو جاتے ہیں تب ہمیں احساس ہوتا ہے کہ ہم نے خود کو ایک دُھوکے میں مبتلا رکھا۔''(۶)

ماں دُنیا کی عظیم ترین نعمت ہے جس کا کوئی نعم البدل نہیں ہے۔ ماں کے بارے دُنیا کی جملہ کتب میں لاکھوں صفحات پر تحسین شناسی ملتی ہے اس کے باجود ماں کی اہمیت کو پوری طرح بیان نہیں کیا جا سکتا۔ ماں ایک ایسا رشتہ ہے جس کی اہمیت کو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بیان کیا ہے۔ جملہ مذاہب اور ادیان میں اس شخصیت کے بارے میں تحسینی کلمات ملتے ہیں۔ محسن خالد محسن ماں کے بارے میں کس طرح کے تاثرات رکھتے ہیں۔ یہ اختصار یہ ملاحظہ کیجئے:

''ماں اللہ کا ایک خوبصورت تحفہ ہے جو رب تعالیٰ پیدائش پر ہر بچے کو ودیعت کرتا ہے۔ ماں لفظ جتنا خوبصورت ہے اتنا ہی اپنائیت کے احساس سے لبریز بھی ہے۔ ماں کی تخلیق میں خدا نے اپنا سارا فنِ تخلیق صرف کر دیا ہے، جبھی تو یہ رشتہ اتنا انمول، انمٹ اور لازوال ہے۔''(۷)

محسن خالد محسن نے آبِ رواں میں پاکستانی سماج کے معاشرتی بیانیے کو کھل کر پیش کیا ہے۔ آبِ رواں کے اختصاریوں کو پڑھتے ہوئے محسوس ہوتا ہے کہ محسن خالد محسن نے شعور کی آنکھ کھولنے سے قبل معاشرتی رکھ رکھاؤ میں منافقت، دھوکے بازی، منافرت، تعصب، تنگ نظری، کند ذہنی اور جلاپے کی صورتوں کو گہرے مشاہدے سے محسوس کیا ہے، کہیں کہیں یہ بھی محسوس ہوتا ہے کہ یہ مشاہدات کی چیز نہیں بلکہ تجربے کی بازگشت ہیں۔ لکھتے ہیں:

''رشتے بہت اہم ہوتے ہیں لیکن ہم انھیں عُجلت میں گنوا دیتے ہیں۔ کچھ رشتے محض ہوتے ہی اس لیے ہیں کہ انھیں نظر انداز رکھ جائے۔ کچھ رشتے خود ساختہ ہونے کے باوجود خونی رشتوں پر مقدّم متصور ہوتے ہیں۔ کچھ رشتے ہمیشہ نظروں سے اوجھل رہتے ہیں، کچھ رشتے ہم یاد کی حد تک سنبھال کر رکھتے ہیں، کچھ رشتے ہمارے نصیب کے میزان پر ایک مقدس دستاویز کی صورت مزّین رہتے ہیں۔ کچھ رشتے ہمارے لیے آزمایش کا ذریعہ بنتے ہیں۔ کچھ رشتے ہمیں مجبور کیے رکھتے ہیں۔ کچھ رشتے ہمیں مسرت کے احساس سے دور چار کرتے ہیں اور کچھ رشتے ہمیں ندامت و شرمساری کی ذلت میں مبتلا کرتے ہیں۔۔۔۔ رشتے بے زبان ہوتے ہیں۔ رشتے گلستان میں کُھلنے والے غنچوں کی طرح ہوتے ہیں جنھیں آفتاب کی معمولی سے کرن جھلسا کر راکھ کر دیتی ہے۔ رشتوں کو سمجھنا مشکل ہوتا ہے۔ رشتے بہت آسان فہم ہوتے ہیں۔ رشتے ہماری ذات کا حوالہ ہوتے ہیں۔ رشتے انسانوں کی بنیادی شناخت ہیں۔ رشتوں اور انسانوں کو جُدا نہیں کیا جا سکتا جیسے خدا کو اِس کی مخلوق سے الگ نہیں کیا جا سکتا۔''(۸)

محبت کا تصور اُردو ادب میں مستقل موضوع کی حیثیت رکھتا ہے۔ محبت کا جذبہ انسانی جذبات کا سَرخیل ہے۔ اس جذبے کی عکاسی ہر چیز میں دکھائی دیتی ہے۔ دُنیا جہاں میں اس جذبے کی فراوانی اور قدر دانی اور اسیری کی مثالیں ملتی ہیں۔ دُنیا کو اسی جذبہ محبت کے تحت رب تعالیٰ نے تخلیق کیا ہے۔ یہ جذبہ ناممکن کو ممکن بنا دیتا ہے اور ہر جگہ اسی جذبے کی کارفرمائی نظر آتی ہے۔ لکھتے ہیں:

''محبت محض ایک جذباتی رشتہ نہیں ہے جو محبوب مزاج شخص کے دل میں شگوفہ بن کر کُھلتا ہے۔ محبت ایک امتحان نہیں ہے جس میں سرخرو ہونے کی ہر شخص کو خواہش ہوتی ہے۔ محبت عبادت نہیں ہے جس میں ریا کا خدشہ ہو۔۔۔۔ محبت دریا ہے جس کی روانی میں اشکوں کی ندامت کا راز پنہاں ہوتا ہے۔ محبت تحفہ ہے جسے سنبھال کر رکھنے کی تمنا بے قرار رہتی ہے۔ محبت مخلوق ہے جسے اپنے خالق کی تلاش رہتی ہے۔ محبت مجاہدہ ہے جس کی رسائی جنون کا حاصل ہے۔''(۹)

انسانی زندگی عجب چیز ہے۔ اس کی عجائب الغرائب کو دُنیا کے ہر ادب اور معاشرت نے سہارا دیا ہے۔ زندگی کے متنوع چہرے ہیں اور یہ چہرے اس کی پہچان اور شناخت کا بنیادی حوالہ ہیں۔ دُنیا میں سات ارب لوگ اس وقت موجود ہیں جن کے ہاں زندگی کا تصور مختلف ہے۔ انسان آتا ہے چلا جاتا ہے۔ چل چلاؤ کا یہ سلسلہ ہزاروں لاکھوں بلکہ کروڑوں برس سے برسرِپیکار ہے۔ انسان کی اسی جہد اور سعی نے زندگی کی نیرنگیوں اور بوقلمونیوں کو وسعت بخشی ہے اور یہ انسان کو اپنے تئیں مہمیز بھی کرتی ہے۔

محسن خالد محسن کے ہاں کائنات کی وسعت اور اس کی تنگ دامانی اور انسانی تفکر کی ارزانی کا تصور جگہ جگہ اختصاریوں میں ملتا ہے۔ ان کے ہاں خوش رہنے کے لیے دوسروں کو پریشان رکھنے کا رویہ بھی ملتا ہے۔ کہتے ہیں کہ مجھے لوگوں میں دلچسپی نہیں کیونکہ میں خود میں دلچسپی لیتا ہوں۔ مجھے کسی کے سہارے کی ضرورت نہیں میری

ISSN Online : 2709-4162
ISSN Print : 2709-4154
Volume.7, Issue.1 (2024)
(January-March)

ذات ہی میرے سہارا ہے۔ یہ اختصاریے اس رویئے کا اظہار ہے کہ محسن خالد محسن کے ہاں ایک وقت میں کئی احساسات کا اجتماع نظر آتا ہے۔ یہ اجتماعیت اپنے اندر انفرادیت لیے ہوئے اور انفرادی تشخص کا جملہ اظہار خدا کے خوف سے خدا کی دوستی پر انھیں مائل کر لیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا تصور اور رب تعالیٰ سے محبت و عقیدت کا رجحان محسن خالد محسن کے ہاں تسلسل سے اختصاریوں میں دکھائی دیتا ہے۔ وحدانیت کے تصور کو ادبیت کی چاشنی سے ملفوف کر کے پیش کرنے کا ایک اپنا انداز ہے جس میں روانی، سلاست اور فصاحت کے عناصر کی حسین آمیزیش موجود ہوتی ہے۔ تصورِ خدا کے بارے میں لکھتے ہیں:

''مجھے خدا سے خود نہیں آتا کیونکہ خدا کوئی مافوق الفطرت ماورائی چیز نہیں ہے جس سے خوف آئے۔ خدا تو میری تخلیق کا حوالہ ہے۔ خدا کا میرے ساتھ ایسا ہی رشتہ ہے جیسا ایک ماں کا اپنے شیر خوار بچے کے ساتھ ہوتا ہے جسے جنم دے کر ماں اپنے وجود پر گزرنے والی موت کو شکست دے کر اپنی محبت بچے پر واضح کر دیتی ہے۔''(۱۰)

رشتوں کی بے توقیری اور ارزانی کا المیہ تخلیق کار کا سانجھا دُکھ ہے جس میں ایک طرح کی شدت محسوس کی جاتی ہے۔ پاکستانی سماج کے علاوہ ہندوستانی سماج میں بھی اسی مشترکہ تہذیب کے نقوش ملتے ہیں جن میں سانجھ اور اشتراک کی ایک سی فضا ملتی ہے جس نے مجموعی طور پر معاشرت کے اطوار کو تنزّل کا شکار کیا ہے۔

بیسویں صدی کے اختتام اور اکیسویں صدی کے آغاز سے دُنیا گلوبل ولیج بن گئی، اس عالمگیریت کی وجہ سے اخلاقی اطوار کو بُری طرح کچلا گیا اور مفاد پرستی، مادہ پرستی اور نفسا نفسی کے عالم میں جنم لیا جو آئے روز اپنی بھیانک شکل اور اختیارِ لاتعداد سے تصورِ انسان کے جملہ مہذب اطوار کو کھائے جاتا ہے۔

محسن خالد محسن کے ہاں اس ارزانی کا بیان بڑے کرب اور درد کے انداز میں ملتا ہے۔ شاعر ہو یا نثر نگار، ان کی زندگی کا تانا بانا اور تخلیق کی مہمیز کی لے اسی معاشرت کے ادغام اور ادخال سے اُبھرتی ہے۔ تخلیق کار حسّاس ہوتا ہے اس لیے اس کے ہاں معمولی سے معمولی بات، واقعہ، رجحان، عنصر اور کیفیت غیر معمولی صورت اختیار کر جاتی ہے۔ الفاظ سے کلمات سے جہاں زخم مندمل ہوتے ہیں وہاں الفاظ کے غلط استعمال سے آگ لگتی ہے اور ہر چیز راکھ میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ لکھتے ہیں:

''کچھ جملے، کچھ الفاظ، کچھ باتیں، کچھ رویئے، کچھ عادتیں ہماری زندگی کا حصہ بن جاتی ہیں جو سانس کی طرح ہمارے وجود میں متحرک رہتی ہیں، ان سے نجات ممکن نہیں ہوتی، بس ان سے سمجھوتہ کر کے زندگی کے معاملات میں اعتدال برقرار رکھا جا سکتا ہے۔''(۱۱)

محسن خالد محسن کے ہاں یک سطری اور دو سطری اختصاریے بھی تواتر سے موجود ہیں۔ یہ اختصاریے صنفِ اختصاریے کے معیار پر پورا اُترتے ہیں۔ اختصاریے کی روایت میں بظاہر واصف علی واصف، ڈاکٹر اظہر محمود، مشتاق احمد، اشفاق احمد، بانو قدسیہ، غلام عباس، منٹو، نیّر، بیدی، غلام عباس کے نام لیے جا سکتے ہیں۔ اب آپ یہ کہیں گے کہ واصف علی واصف کی سمجھ آتی ہے کہ ان کی کتب اختصاریوں کی روایت کے جملہ معیارات پر پورا اُترتی ہے جبکہ دیگر افسانہ نگاروں کے ہاں اختصاریے کا ذکر کس طرح ہے۔ جواب یہ ہے کہ ہر تخلیق کے ہاں اختصاریے کی روایت موجود ہے۔ اختصاریے سے مراد کسی نکتہ، فلسفہ، فکر، تجسس، تردد، چشمک اور اندازِ زیست کا احاطہ کرتے ہوئے جملے کو اختصاریے کی صنف میں شامل کیا جا سکتا ہے۔

اختصاریے کی صنف کو نقادوں نے بطور نثری صنف کسی کھاتے میں نہیں لیا ہے۔ اس صنف کا آغاز، روایت، ارتقا اور اس کے اہم لکھنے والوں پر تاحال کوئی مصدقہ اور سندی کام سامنے نہیں آیا ہے، اس لیے کہا جا سکتا ہے کہ اختصاریے کی صنف نثری اصناف کے اندر زیریں لہر کی طرح موجود رہتی ہے۔ افسانہ، ناول، ڈراما اور داستان پڑھتے ہوئے کوئی بات، نکتہ، جملہ قاری کی توجہ کو اپنی طرف مبذول کرتا ہے تو وہ اختصاریہ ہی ہوتا ہے جس کا روانیِ بیان سے بھی تعلق ہوتا ہے اور اس کی علاحدہ سے بھی ایک شناخت ہوتی ہے۔

یک سطری دو سطری اور سہ سطری اختصاریے کو زیادہ فوقیت دی جاتی ہے۔ دریا ایسی روانی اور فصاحت کو کوزہ میں یعنی یک سطری تلازم افکار کی صورت دینا ایک مشکل کام ہے تاہم یہ اختصاص ہمیں محسن خالد محسن کے ہاں دکھائی دیتا ہے۔ آبِ رواں سے انتخاب کیے یک سطری اور دو سطری تلازمِ افکار ملاحظہ کیجیے:

- زندگی میں ہر چیز انسان کے اختیار میں نہیں ہوتی، کچھ چیزیں محض دلاسوں اور بہلاوے کے لیے ہوتی ہیں۔
- کچھ لوگ ہماری زندگی میں محض اس لیے آتے ہیں کہ ہم انھیں جی بھر کر چاہتے تو رہیں لیکن حاصل نہ کر سکیں۔

ISSN Online : 2709-4162
ISSN Print : 2709-4154
Volume.7, Issue.1 (2024)
(January-March)

- کچھ لوگ ہماری سمجھ میں نہیں آتے، کچھ لوگوں کو ہم سمجھ میں نہیں آتے، یہ سوچ کا اختلاف ہے اس میں بدگمانی ہو کر اپنے تیں خود کو شرمندہ کرنے کی گریز کیجیے۔
- سائنس جتنی بھی ترقی کر لے وہ خدا کے معین کردہ اُصولوں میں استخراج واندراج اور اخراجِ خود ساختہ کا اختیار حاصل نہیں کر سکتی۔
- دکھاوا ایک آئینہ ہے جس میں درحقیقت ہم اپنی اصلیت دوسروں کو دکھانے کی کوشش کرتے ہیں۔
- لوگوں کو اپنے نظریات پر من وعن قائل کر لینا مجذوب کی بڑ کے سوا کچھ نہیں۔
- مسلسل ناکامیوں کے بعد ملنے والی کامیابی مزید ناکامی کا پیشِ خیمہ بھی ہو سکتی ہے۔
- انا کا کتا باطن کے آنگن میں باندھ کر رکھنے سے رحمت کی پھوار دلِ اُمید ہمیشہ محروم ونامراد رہتا ہے۔
- بے جان چیزوں میں لمس کی حِس فزوں تر ہوتی ہے، یہ بڑی سُرعت سے مانوس ہو جاتی ہیں۔
- بہنیں کوئل اور بلبل کی طرح ہوتی ہیں جن کی آواز کے سحر میں مدہوش ہو کر بھائی اکثر ان کے وجود کے تحفظ سے غافل ہو جاتے ہیں۔
- بھائی ویران جنگل میں اُس مسافر کی طرح ہوتا ہے جس کی رفاقت میسر آجائے تو جنگل کے خونخوار اور وحشی جانوروں سے تحفظ مل جاتا ہے۔ دُنیا چاہے جتنی بھی ترقی کر لے، انسان وہی پرانا ہی رہے گا۔
- وقت خوبصورت دوشیزہ کی آنکھوں کی جھپک ہے جس میں کائنات کے سب منظر آشکارا ہو کر بھی نگاہوں سے اوجھل رہتے ہیں۔

مذکورہ یک سطری تلازمِ افکار یعنی اختصاریوں سے محسن خالد محسن کی فکری رَو اور تخلیقی جہت کا پتہ چلتا ہے۔ محسن خالد محسن کے ہاں سماجی عناصر ولوازم اور سماجی آگہی کا کرب نظر آتا ہے۔

پاکستانی سماج میں اخلاقی اقدار کی جس طرح ارزانی ملتی ہے اور مفاد پرستی کے اس عالم میں ہر شخص کو اپنی پڑی ہے اور کوئی کسی کے لیے راہ ہموار کرنے اور راستہ تراشنے کو تیار نہیں ہے، ایسے کوتاہ اندیش ماحول میں ایک عام انسان کا ذہن مختل ہو رہا ہے، شاعر، نقاد، ادیب، محقق اور فلاسفر تو ذہنی خلجان کا شکار نظر آتے ہیں۔ یہ دور ہی پُر فتن اور ہنگامہ پرور ہے، اس دور میں بات کو طول دینے کی بجائے اختصار کے ساتھ سامنے رکھنا ہی سود مند ٹھہرتا ہے۔

جیسے جیسے وقت گزر رہا ہے ویسے ویسے وقت کی کمی کا احساس زیادہ محسوس ہو رہا ہے۔ انسان نے بہت ترقی کر لی، اس کے باوجود انسان اپنے اندر کی کائنات کو دریافت کرنے اور اپنے تشخص کے بارے میں مدلل نکتہ نظر واضح کرنے سے قاصر ہے۔ انسان سمجھتا ہے کہ اسے بہت کچھ جاننے اور سمجھنے کے باوجود لاعلمیت کے خلجان کی شکایت ہے۔ محسن خالد محسن کے ہاں بھی اس گومگو کی کیفیت نظر آتی ہے اور وہ بھی اسی کرب اور تڑپ کا شکار دکھائی دیتے ہیں۔

''میں لمحوں میں قید ایک ایسا پرندہ ہوں جسے لمحوں نے ایک ایسی جگہ ٹانک دیا ہے جہاں ایک ہی منظر دکھائی دیتا ہے، ایک ہی چہرہ، ایک ہی رُخ اور ایک ہی جذبہ حاوی محسوس ہوتا ہے جس کی اذیت نے میرے باطن میں موجود نمو کے ہر عنصر کو راکھ کر ڈالا ہے۔ وقت کی پرواز نے میرے سب پر توڑ دیئے ہیں اور میں پھڑ پھڑا کر خود اپنے ہی وجود میں ذرہ ذرہ بکھرتا ہوا خود کو دیکھ رہا ہوں۔ اب زندگی مجھے گزار رہی ہے اور میں زندگی کے سامنے بے بس اور مجبور لاچار پڑا ہوں۔ میں بس اتنا جانتا ہوں محبت کی گہری جھیل میں اوندھے منہ لڑکھے دیوانگی کے جنگل میں مجھے کنج تنہائی کا اسیر کر دیا گیا ہے جس سے فرار ممکن نہیں۔''(۱۲)

انسان اس عارضی زندگی میں چاہ کر بھی فرار حاصل نہیں کر سکتا۔ یہ دُنیا اسلام کے مطابق امتحان کی جگہ ہے جہاں کوئی کسی کا نہیں ہے۔ انسان بے بس اور مجبور بھی ہے اور اختیار اور صاحب اقتدار بھی ہے۔ یہاں ہر طرح کی تمیز روا، رکھی جاتی ہے۔ انسانوں کو جانوروں کی طرح خریدا اور بیچا جاتا ہے، انسانوں کی ایک قیمت ہے جس پر اس کا سودا ہوتا ہے اور وہ بکتا ہے۔ یہ ارزانیِ حیات اور بے توقیری انسان کا ایسا پُر فتن دور ہے جس میں دامن بچا کر صاف بچ نکلنا بہت مشکل ہے۔

بے توقیری اور خود ساختہ انتخاب کا یہ معاملہ جہاں دنیاوی رشتوں میں دکھائی دیتا ہے وہیں خونی رشتوں میں برابر دیکھنے کو نظر آتا ہے۔ ماں باپ اپنی اولاد میں اس مصنوعی انتخاب کو روا رکھتے ہیں۔ پاکستانی مڈل کلاس سوسائٹی میں یہ رجحان بہت زیادہ دیکھنے کو ملتا ہے۔ قربانی دینے والے انسان کو نظر انداز کیا جاتا ہے اور لوٹ کھسوٹ کرنے والے کو قریب کیا جاتا ہے۔ مشرقی معاشرے کی یہ ایک گھناؤنی سازش ہے جس نے خاندانی نظام کو بری طرح تباہ کیا ہے۔ لکھتے ہیں:

ISSN Online : 2709-4162
ISSN Print : 2709-4154
Volume.7, Issue.1 (2024)
(January-March)

''بعض اوقات ماں اپنے خانوداور بچوں کے درمیان محبت اور خلوص کا موازنہ کرنا شروع کر دیتی ہے جو اسے بچوں کے قُرب اور خاوند سے محبت سے دور کر دیتا ہے۔ وقت بچوں کو پر لگا کر گھونسلے سے اُڑ جانے کی پرواز سکھا دیتا ہے اور ماں باپ تنہا گھونسلے کے تنکوں کو سمیٹے ماضی کے اُن لمحوں کو یاد کرتے ہیں جب انھوں نے خود ساختہ انتخاب سے ترجیح اور معزولی کی روش کو بچوں کے درمیان حائل کیا تھا۔''(۱۳)

والدین اور اُولاد کا باہمی تعلق انمٹ اور لازوال ہوتا ہے۔ پاکستانی معاشرت میں اس تعلق کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ دُنیا بھر میں اس تعلق کو لازوال اور انمول رشتہ قرار دیا جاتا ہے۔ اس انمول اور محبت بھرے رشتے میں بعض اوقات ایسی دراڑ پڑتی ہے کہ محبت و مرورت اور احساس سے معمور یہ رشتہ نفرت و بیزاری کا سبب بن جاتا ہے۔ ایسا کیوں ہوتا ہے؟ یہ ایسا سوال ہے جس کا جواب اس سوال کی زد میں آنے والا ہی ڈھونڈتا ہے۔ محسن خالد محسن کے ہاں بھی اس المیے پر صحت مند رائے ملتی ہے۔

''والدین اُولاد کو کبھی اس نیت سے پروان نہیں چڑھاتے کہ بڑی ہو کر یہ نافرمان اور خود سر واقع ہو گی۔ والدین کی ڈانٹ ڈپٹ اور سختی سُستی ہماری تربیت کا حصہ ہوتی ہے۔ بعض والدین یہ خشک رویہ اپنی اُولاد کی نفسیات سے آگاہ ہوئے بغیر رکھتے ہیں اور بعض والدین لاشعوری طور پر ایسا رویہ اختیار کرتے ہیں۔ اس کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ اولاد کو کسی صورت بھٹکنے، ڈی ریل اور ڈی ٹریک ہونے سے بچایا جائے اور ان کی صلاحیتوں کو درست سمت پر گامزن رکھ کر ان کی دنیاوی زندگی کو کامیاب بنایا جائے اس کے باوجود اُولاد اور والدین کے درمیان ذہنی و تفکری تفاوت حائل ہوتی ہے جس سے رشتے کا تقدس مجروح ہوتا ہے اور بعض دفعہ یہ انتہائی بھیانک شکل اوڑھ لیتا ہے۔''(۱۴)

انسان کے منہ سے نکلنے والے الفاظ بے حد اہمیت کے حامل ہوتے ہیں۔ یہ الفاظ بتاتے ہیں کہ انسان کے باطن میں اور ذہن میں کیا چل رہا ہے اور اس کی ذہنی حالت کیسی ہے اور یہ اپنے اندر کی دُنیا کو باہر کے مظاہر سے کس طرح دیکھتا، آنکتا اور پرکھتا ہے۔ یہ دُنیا اسرار کی دُنیا ہے، اس دُنیا میں ہر چیز کا ایک نظام ہے جس نے بحر حال کارفرما رہنا ہے۔ انسان کو بولتے ہوئے احتیاط اور الفاظ کی ادائی پر غور کرنے کا درس دنیا کے مذہب معاشروں میں سکھایا جاتا ہے۔

الفاظ کے درست اور غیر موزوں استعمال سے انسان کی نہ صرف شخصیت مجروح ہوتی ہے بلکہ اس کا سراپا بھی سوالیہ نشان بن جاتا ہے۔ الفاظ کے درست استعمال سے جنگیں تھم جاتی ہیں اور غیر موزوں استعمال سے امن و آشتی راکھ کا ڈھیر بن جاتی ہے۔ محسن خالد محسن کے ہاں الفاظ کی سنگینی کا تذکرہ اختصاریے کی ذیل میں یوں بیان ہوا ہے۔

''الفاظ کا درست استعمال احتیاط سے کرنا چاہیے۔ الفاظ کا استعمال انسان کی زندگی اور موت کے درمیان تسلسل کا نام ہے۔ الفاظ کا غیر متعدل استعمال اس تسلسل کو بُری طرح متاثر کرتا ہے، بعض اُوقات تو ایک جملہ انسان کی روح پر ایسا کاری وار کرتا ہے کہ اس کا زخم مندمل ہونے میں صدیاں بِیت جاتی ہیں۔ الفاظ کا درست استعمال انسان کے جذبات کی پرورش کرتا ہے اور انسان کی روح کی تسکین کا سامان مہیا کرتا ہے۔ الفاظ انسان کی شخصیت کا لباس ہوتے ہیں جنھیں اوڑھ کر ہم زندگی کے حسین و جمیل لمحات سے محظوظ ہوتے ہیں۔ الفاظ میں شگاف پڑھائیں تو انسانی قدریں پرانی سکوں کی طرح جیب سرک کر کہیں کھو جاتی ہیں جنھیں ڈھونڈنے میں آفتاب و قمر کی روشنی بھی کم پڑ جاتی ہے۔''(۱۵)

عورت کا تصور مرد ادیب کا پسندیدہ موضوع ہے۔ اس موضوع پر ہزاروں کتابیں لکھی جا چکی۔ مرد عورت کے بارے میں مختلف اور عجیب و غریب تصورات رکھتا ہے۔ مرد اور عورت کی سوچ اور فکر میں زمین آسمان کا خلا موجود ہے۔ دونوں مختلف ذہن، وجود، فکر اور تفکر کے ساتھ تخلیق کیے گئے ہیں۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک مرد عورت کی نفسیات کے مجموعی چال چلن اور اطوارِ کُلی کو ٹٹول کر اس کے بارے میں کوئی رائے قائم کر سکے۔ مرد ادیب کے ہاں عورتوں کی عادات و خصائل اور اطوار کی شکل پیش کی جاتی ہے وہ اتنا معتبر نہیں ہے۔ بحر حال یہ ایک اختلافی بحث ہے جس پر مزید بات کی جا سکتی ہے۔ لکھتے ہیں:

''عورت کا سب سے بڑا مسئلہ اور خوش فہمی یہ ہوتی ہے کہ وہ مرد کو بہت بہادر سمجھتی ہے۔ اُس وقت بھی جب وہ ریت کی دیوار کی طرح بکھر رہا ہوتا ہے۔ مرد ہو یا عورت کوئی بھی زندگی کے ہر معاملے اور لمحے میں بہادر نہیں رہ سکتا۔ بہت سے واقعات بہت سی باتیں اور حالات انسان کو کمزور کر دیتے ہیں۔ اس کمزوری اور مایوسی کے عالم میں ہمدردی

ISSN Online : 2709-4162
ISSN Print : 2709-4154
Volume.7, Issue.1 (2024)
(January-March)

کے دو بول لوبے والا بہت قریب ہو جاتا ہے اور اپنا سا لگنے لگتا ہے جس سے دکھ سکھ بانٹ کر تسکین ہوتی ہے اور دل کا راحت ملتی ہے۔ انسان چاہے جتنا بھی بہادر اور قوی کیوں نہ اسے ایک ہمدرد اور ملنسار کی ضرورت ہمیشہ رہتی ہے۔"(۱۶)

اختصار نویسی کا ایک فائدہ یہ ہوتا ہے کہ لکھنے والا طویل اور مفصل بات کو مختصر بیان کرنے کے لائق ہو جاتا ہے۔ یہ امر دیکھنے میں آیا ہے کہ مرتبین اور مولفین کے ہاں مشہور فلاسفروں اور داناؤں اور حاکموں کے اقوال یعنی اقوالِ زرّیں جمع کرنے شائع کرنے کی دلچسپی نظر آتی ہے۔ یہ اقوالِ زریں بھی دراصل اختصاریے ہی کی ذیل میں آتے ہیں۔ فرق یہ ہے کہ شعرا اقوالِ زریں کہنے والوں نے خود سے ترتیب نہیں دیئے بلکہ ان کی وفات کے بعد ان سے استفادہ کرنے والوں نے انھیں جمع کیا ہے۔

اختصاریے کی روایت کو استحکام حاصل ہے۔ وقت گزرنے کے ساتھ اردو زبان کے جملہ تخلیق کاروں کی تخلیقات میں اقتباسات منتخب کیے جاتے ہیں اور انھیں فیس بک، ٹویٹر اور وٹس ایپ اور دیگر سوشل میڈیا ذرائع پر شئیر کیا جاتا ہے۔ پڑھنے والا کمنٹ کرتا ہے اور ان اقوالِ زریں، اقتباسات اور اختصاریوں سے حظ اُٹھاتا ہے اور زندگی اور زندگی سے جُڑی کیفیات و واردات کے بارے میں اپنی رائے کو تبدیل کرتا ہے اور نئے بیانئے بھی وضع کرتا ہے۔

محسن خالد محسن کے ہاں اس رجحان کا غائر اثر دکھائی دیتا ہے۔ محسن خالد محسن کے اقتباساتی اختصاریے کی ایک مشق ملتی ہے۔ ان اقتباساتی اختصاریوں میں بھی انھوں نے زندگی کے متنوع تجربات اور مشاہدات کا ذکر کیا ہے۔ جیسے:

- انسان جتنا مجبور ہے، اتنا مختار بھی ہے، فرق بس یہ ہے کہ بعض لوگ خود کو بے بسی کی قید میں مقید کر لیتے ہیں اور بعض لوگ اختیار کے دائرے میں وسعت پیدا کر کے اعتدال کا راستہ پیدا کر لیتے ہیں۔
- اچھا دوست ایک اچھا دشمن تو بن سکتا ہے لیکن اچھا دشمن کبھی اچھا دوست نہیں بن سکتا۔
- زندگی ایک سراب کی طرح ہے جس کا صبر اور ہمت سے مقابلہ کرنے سے زندگی کی گہرائی کھائیوں اور خطرناک موڑوں سے باآسانی گزرا جا سکتا ہے۔
- وقت کی تلوار کا دھارا نوکیلا اور ہوتا ہے مگر تیز نہیں ہوتا، یہ کاٹتی ضرور ہے لیکن کاری ضرب نہیں لگاتی بلکہ خراشیں ڈالتی ہے، خون نہیں بہتا درد کی ٹیس اُٹھتی رہتی ہے، وقت مرہم بن کر زخموں کو مندمل نہیں کرتا بلکہ زخم کو مزید کُریدنے کا فریضہ انجام دیتا ہے۔
- جسم کی تراش خراش میں اس قدر غرق نہ ہو جاؤ کہ روح کے تقاضے پس پُشت ڈالنے پر ضمیر ندامت بھی محسوس نہ کرے۔
- اُس شخص کی قدر کیسے کی جا سکتی ہے جس نے اپنے فائدے کے لیے معاشرتی قدروں کو پامال کیا۔

اُردو ادب میں درد کا تصور مستقل موضوع کی حیثیت رکھتا ہے۔ درد انسان کی شناخت ہے اور اس کی شخصیت کا بنیادی حوالہ بھی ہے۔ آدم علیہ السلام کو جب جنت سے نکالا گیا تھا اور اماں حوا کو بھی انھیں کے ساتھ دنیا میں بھیج دیا گیا تھا۔ دونوں کے درمیان ہزاروں میل کا فاصلہ حایل تھا۔ ایک مدت دراز تک دونوں ایک دوسرے کی جدائی میں روتے رہے اور پھر رب تعالیٰ نے انھیں باہم یکجا کیا اور محبت کے وصل کو ان کے لیے راحتِ جاں بنایا۔ درد اس لذت کو ہمارے وجود اور روح میں موروثی حیثیت حاصل ہے۔ درد ہی اس جہان کا اصل گیت ہے اور سُر ہے اور تال ہے۔ درد کے بغیر زندگی کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔

"زندگی میں درد کا ہونا بہت ضروری ہے۔ اس کی شدت روگ بن کر روح کو ڈستی ہے لیکن جب اس کی شدت کم ہوتی ہے تو لذت بھی کم ہوتی ہے، ایک ایسی لذت جس کی تفہیم لفظوں سے ماورا ہوتی ہے۔ یہ کسک جو ہوتی ہے نا یہی اصل دولت ہے جو انسان کو شعور اور آگہی عطا کرتی ہے۔ یہ ایک تازیانے کا کردار ادا کرتی ہے جس کی مدھم لے روح کی بے قراری کو تسکین میں بدل دیتی ہے۔"(۱۷)

محسن خالد محسن کے اختصاریوں میں جس عنصر کا واضح رجحان ملتا ہے وہ انسانی قویٰ کو مہمیز کرنے کا ہے۔ جگہ جگہ انھوں نے انسان کو اپنی صلاحیتوں کو بروئے لا کر ان سے تعمیری کام لینے کی تاکید کی ہے۔ محسن خالد محسن کی اپنی زندگی بھی انھیں حوادث سے گزری ہے۔ مسلسل ناکامیوں سے جی ہارنے کی بجائے انھوں نے اپنے سفر کو جاری رکھا۔ آگے بڑھنے کے لیے پیچھے پلٹ کر دیکھنے کی عادت کو ترک کرنا پڑتا ہے۔ جو انسان اپنا فائدہ ہر چیز میں دیکھتا ہے اُس کے مقدر میں نقصان ہی لکھا جاتا ہے۔

ISSN Online : 2709-4162
ISSN Print : 2709-4154
Volume.7, Issue.1 (2024)
(January-March)

درد، تکلیف، اذیت، پریشانی، ندامت، دُکھ، راحت، کامیابی، یہ الفاظ نہیں ہیں بلکہ اپنے اندر ایک کائنات رکھتے ہیں جس کی نگاہیں انسان کے پختہ ارادے کی منتظر ہوتی ہیں۔ آبِ رواں میں بیسویوں جگہ محسن خالد محسن نے اختصاریوں میں انسان کو آگے بڑھنے پر قائل کیا ہے۔

''زندگی کی تلخیوں کا مقابلہ کرنے کا حوصلہ رکھنے والے لوگ اپنی منتخب کردہ منزل تک رسائی حاص کر لیتے ہیں۔ خرو گوش بننے کی بجائے کچھوا بن کر منزل کی طرف یقین کے ساتھ بڑھتے رہنا سے انسان کے قدم منزل تک ایک دن پہنچ ہی جاتے ہیں۔ پتھر کی سل پر پانی کا قطرہ تسلسل کے ساتھ گر کر شگاف کر دیتا ہے تو انسان عزم، حوصلہ اور وقت کا درست استعمال کر کے اپنی منزل کو کیوں نہیں حاصل کر سکتا۔''(۱۸)

محسن خالد محسن کے ہاں عورت کا تصور بہت واضح ملتا ہے۔ میں عورت ہونے کی حیثیت سے ان کے ہاں اپنے لیے عزت دیکھتی ہوں۔ ایک مرد عورت کے بارے میں اس قدر مثبت اور تعمیری سوچ کا رویہ رکھتا ہے، یہ حیران کن عمل ہے۔ ایک مرد زمانہ شناس ہوتا ہے لیکن مفاد پرست ہوتا ہے۔ اسے اپنے جینڈر اور اپنی صنف کے مسائل و معاملات سے غرض ہوتی ہے۔ مرد سماج میں ایک عورت کے تصور کو مثبت اور تعمیری انداز میں سامنے لانا گویا اپنی صنف سے ٹکر لینے کے مترادف ہے لیکن یہ حوصلہ محسن خالد محسن کے ہاں تسلسل سے نہ صرف دکھائی دیتا ہے بلکہ وہ ڈنکے کی چوٹ پر عورت کی عزت، عصمت، وقار، تحفظ اور قانونیت پر سب سے آگے ہراول دستہ بنے دکھائی دیتے ہیں:

''عورت مرد کو قبول کرنے میں حالات، سمجھوتے اور مجبوری کا زہر پی لیتی ہے لیکن مرد حالات، سمجھوتے اور مجبوری کو اپنی آزادی اور خواہش کی تکمیل کے درمیان دیوار سمجھتا ہے جسے اپنی نفرت اور بے رُخی کے رویئے سے پاٹنے کی بُھونڈی کوشش تو کرتا ہے لیکن حالات کی گردش اس کی خواہش کے آگے مضبوط چٹان بن کر حائل ہو جاتی ہے ،خواہی ناخواہی اسے عورت کی حیثیت اور عظمت کو تسلیم کرنا ہی پڑتا ہے۔''(۱۹)

مرد سماج معاشرے میں عورت کو ٹشو پیپر سمجھا جاتا ہے اور استعمال کر کے پھینک دیا جاتا ہے۔ عورت کا استحصال کوئی نئی روایت نہیں ہے بلکہ یہ ہزاروں برس پرانی ہے۔ قدیم عرب میں بچیوں کو مٹی تلے دبا دیا جاتا ہے۔ عورت شیر خوار ہو یا معمر وہ عورت ہی ہوتی ہے، اس کے وجود سے انکاری اس کے جنسی لمس میں اپنے آپ سے غافل ہو جاتے ہیں۔ جزوقتی تسکین انھیں اپنے قد و قامت اور معیار و شناخت سے بے نیاز کر دیتی ہے۔ یہ کیسی جہالت اور ہٹ دھرمی ہے۔ لکھتے ہیں:

''مرد عورت کو بریڈ اور ٹشو پیپر کی طرح سمجھتا ہے جس بھوک مٹانے اور ضرورت پوری کرنے کا ایک ذریعہ سمجھتا ہے۔ یہ بھول جاتا ہے کہ اس کی جنسی آسودگی کی طمانت کا احساس عورت کے وجود سے نہیں، اس کے وجود کو خلوصِ قلب سے قبولنے میں ہے۔ جسموں کے وصال سے دلوں کا ملال ختم نہیں ہوتا۔''(۲۰)

محسن خالد محسن کے یک سطر تلازم افکار بہت معنی خیز اور گہری اثریت لیے ہوئے ہیں۔ ان کے تلازم افکار اور اختصاریوں میں بلا کی فصاحت چھپی ہوئی ہے۔ مشاہدے سے گزر کر تجربے میں ڈھلنے والی کیفیت کو جب تخلیق کار الفاظ میں ڈھالتا ہے تو یہ فردِ واحد کا تجربہ نہیں رہتا بلکہ کل کائنات کا حاصل بن جاتا ہے۔ یک سطری تلازم افکار ملاحظہ کیجیے:

- سب کچھ جاننے سے بہتر ہے کچھ بھی نہ جانا جائے۔
- کنارے محدود ہونے سے روانی میں فرق نہیں پڑتا۔
- خود غرضی سے بہتر خود شناسائی اور خود ستائی ہے۔
- صداقت کا گلہ گھونٹ دینے سے جھوٹ کی فتح نہیں ہوتی۔
- اندھیرے میں روشنی کا احساس زندگی کو گل کرنے کے مترادف ہے۔
- محبت سے بھروسہ اُٹھ جائے تو محبت طعنہ بن جاتی ہے۔
- زخم راحت دینے لگے تو روگ عذاب بن جاتا ہے۔
- مجبوری بے بسی کے لحاف میں اونگھتی رہتی ہے۔

ISSN Online : 2709-4162
ISSN Print : 2709-4154
Volume.7, Issue.1 (2024)
(January-March)

- خوابوں کی تعبیر حاصلات کا واہمہ ہے۔

محسن خالد محسن نے آبِ رواں میں مشاہدات و تجربات کا ایک خزانہ رکھ دیا ہے۔ عمر کے جوانِ رعنا حصے میں انھوں نے زندگی کے اتنے شیڈ کس طرح دیکھ لیے کہ ایک ایک اختصاریے میں درد کی ٹیس اور تجربے کی پختگی کا احساس جھلکتا ہے۔ ان کی شاعری میں اور ان کے کالمز میں بھی پاکستانی سماج کے اندر کی گھٹن، بے قراری، بے چینی اور اضطراب کو مسلسل اور مستقل موضوع کی حیثیت سے واضح کیا گیا ہے۔ ان کے ہاں سماج کی اندرونی سطح دکھائی دیتی ہے۔

زندگی کو انھوں نے جیا ضرور ہے لیکن یوں محسوس ہوتا ہے جیسے انھوں نے کئی زندگیاں ایک زندگی میں شعوری طور پر جینے کی کوشش کی ہے۔ رشتوں کا تقدس اور عزیزوں کی طوطا چشمی، ایک بطن سے جنموں کی وفاداریوں کی بے عہدیاں اور زمانے کے خود ساختہ اصولوں کی بھینٹ چڑھتے ہوئے معصوم جذبات، گویا ایک جہان ہے جو محسن خالد محسن کے اختصاریوں میں محوِ رقص دکھائی دیتا ہے۔ آبِ رواں کے اواخر میں ان کے اختصاریے طویل اقتباس کی صورت اختیار کر گئے ہیں۔ انسان جو سوچتا ہے اُسے تکمیل تک پہنچانے کی کوشش بھی کرتا ہے۔ حاصل و لاحاصل کا یہ سلسلہ محسن خالد محسن کے ہاں شدت سے دکھائی دیتا ہے۔

''کسی شخص یا رشتے سے محروم ہو جانے یا جدا ہو جانے سے زندگی کا نظام ایک دفعہ بے ترتیب ضرور ہوتا ہے لیکن زندگی کبھی بھی کسی ایک شخص تک محدود نہیں رہتی۔ وقت کے ساتھ زندگی اپنے آئیڈیل کی تجدید ضرور کرتی ہے اور پھر گردونواں کے خونی، رسمی اور دُنیاوی رشتے سہارا دے کر زندگی کی پُر رونق فضا میں لوٹنے میں کلیدی کردار ادا کرتے ہیں۔ معاشرے کے خود ساختہ دستور مرد اور عورت کو بنجر زمین سمجھ کر اپنا پیئت کے رین بسیروں سے محروم کرنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن انسان جیسے تیسے خود کو سنبھالا دے کر آگے بڑھنے کی سعی کرتا ہے اور حالات سے سمجھوتہ سے کر کے موسمِ بہار کے پلٹ آنے تک لذتِ زیست کے تصور سے متصل رہتا ہے۔ یہی اس کی کل کائنات ہوتی ہے جسے بالآخر یہ حاصل کر لیتا ہے۔ زندگی رنگوں میں سجتی سنورتی، بُھد کتی، بہار کے غُلغُلوں میں نازاں و شاداں آگے بڑھتی جاتی ہے اور حاصلات کا کدو اس کے ہونٹوں پر جامِ تسکین رکھ دیتا ہے۔''(۲۱)

محسن خالد محسن نے آبِ رواں کے اواخر میں طویل اقتباسات میں سیاسی خیالات کا اظہار کیا ہے۔ یہ اظہار سخت اور کھردرا ہے۔ انھیں زمانے کی شکایت اور یہ شکایت بجا ہے۔ پاکستانی عوام کی تنگ نظری اور ان کی بے شعوری نے انھیں جس خجالت میں پھانس رکھا ہے وہ دیکھنے کی چیز ہے۔

آج پاکستان کے جو حالات ہیں وہ سیاست دانوں کے اجتماعی لالچ اور عوام کی ملی جُلی رنگ بازی سے ہی ہے۔ جس کا جتنا اختیار ہے وہ اُتنا ہی حصہ بٹورتا ہے۔ نفسا نفسی کے اس عالم شعور دینے والے شب و روز اپنا حصہ ڈال رہے ہیں اور ملک کو دو، دو ہاتھوں سے لوٹنے والے ہر لمحے اپنے فریضے کی انجام دہی میں لگے ہیں۔ محسن خالد محسن کے ہاں کچھ ایسی ہی صورتحال دکھائی دیتی ہے۔ لکھتے ہیں:

''پاکستان اور پاکستانی عوام کے پاس اب اپنی شناخت کا کوئی حوالہ موجود نہیں ہے جس کے بل بوتے پر یہ دُنیا کے سامنے اپنی انفرادیت اور تشخص کا اظہار کر سکے۔ پاکستان کے پاس نہ کوئی اخلاقی اقدار رہی ہیں اور نہ ہی کوئی معیارِ زندگی کا قابلِ تقلید سانچہ رہا ہے۔ اس ملک کا خاندانی نظام مغربی پرستی کی وجہ سے قریباً تباہ ہو چکا ہے۔ پاکستان کی تہذیب، ثقافت، رسم و رواج اور بود و باش سب میں مغربی تہذیب کا اس قدر غالب امتزاج جڑ پکڑ چکا ہے کہ ہم خود کو دیگر اقوام سے اگر بیل بھر کے علاحدہ کر کے دیکھیں تو بالکل برہنہ نظر آئیں گے۔'' (۲۲)

پاکستانی معاشرت اور سماج کی بھی یہی صورتحال ہے جو محسن خالد محسن کے طویل اقتباس اور اختصاریوں میں دکھائی دیتی ہے۔ دراصل اس ملکِ عزیز کو آج تک کوئی اچھا رہنما اور محب وطن یعنی قوم اور ملک کا درد رکھنے والا سیاست ملا ہی نہیں ہے اور جس نے تھوڑی بہت کوشش کی ہے، اس کے راستے میں اتنی رکاوٹیں حائل ہیں کہ وہ چاہ کر بھی کچھ نہ کر سکا۔

آبِ رواں کا آخری اختصاریہ ایک طویل اقتباس پر مبنی ہے جس میں انھوں نے ایک شہرِ خاموشاں یعنی قبرستان کی زندگی اور اس کے بظاہر ی ماحول کا نقشہ کھینچا ہے۔ یہ اقتباس پڑھنے سے محسوس ہوتا ہے کہ محسن خالد محسن کا اکثر و بیشتر وقت قبرستان میں اہلِ قبور سے باتیں کرتے گزرا ہے۔ یہ باتیں کشف کے معیار کی تو نہیں لیکن

ISSN Online : 2709-4162
ISSN Print : 2709-4154
Volume.7, Issue.1 (2024)
(January-March)

اس اقتباس سے کچھ ایسا ہی تاثر محسوس ہوتا ہے۔ کتاب کو شہرِ خاموشاں پر ختم کرنے بظاہر کوئی معمولی بات نہیں لگتی بلکہ اس اختصاریے سے یہ تاثر دینا مقصود ہے کہ دُنیا عالمِ امتحان گاہ ہے اور اس عارضی دُنیا سے جلد لوٹ کر واپس جانا ہے جہاں سے یہ سفر شروع ہوا تھا۔

یہ سفر خواہ کتنا ہی طویل اور دیرپا ہو، لیکن اس نے ایک دن ختم ہونا ہی ہے۔ محسن خالد محسن کا آخرت پر کامل یقین ہے اور اس کتاب میں جگہ جگہ سفرِ آخرت کی تلقین ملتی ہے۔ محسن خالد محسن کے ہاں زندگی کا خوبصورت تصور موت کی اصلیت سے متصل دکھائی دیتا ہے۔ اس حوالے سے اس اقتباس کا یہ ٹکڑا ملاحظہ کیجیے:

''میں اکثر لوگوں سے سنتا ہوں کہ ہمیں قبرستان سے ڈر لگتا ہے، عجیب بات ہے، جو لوگ مر گئے ہیں، ان کے بے جان جسم منوں مٹی تلے موت کی گہری نیند سو رہے ہیں۔ یہ ہمیں بھلا کیا نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ یہ ہم سے کیا چھین سکتے ہیں۔ یہ ہمیں دُکھ نہیں دے سکتے، یہ ہمیں شرمندہ نہیں کر سکتے، یہ ہم پر تنقید نہیں کر سکتے، یہ ہمیں دھوکا نہیں دے سکتے، یہ ہم پر ظلم نہیں کر سکتے۔ اگر یہ ہمارے لیے کسی خطرے کا باعث نہیں ہے تو پھر ان سے کیا ڈرنا اور کیسا ڈرنا؟''(۲۳)

محسن خالد محسن کی اختصاریوں پر مبنی کتاب آبِ رواں کا مفصل تجزیاتی مطالعہ کرنے سے یہ تاثر سامنے آیا ہے کہ محسن خالد محسن کے ہاں زندگی کے متنوع رنگ موجود ہیں۔ انھوں نے زندگی کو ہر طرح سے ٹٹول، پرکھ اور تجزیہ کر کے دیکھا ہے۔ ان کے مشاہدات و تجربات میں دُنیا کی سنگینی اور اصلیت کے مرقعے دکھائی دیتے ہیں۔ ان اختصاریوں میں مصنف نے زندگی کی بوقلمونیوں اور سچائیوں کا ملخص پیش کیا ہے۔

یہ مقالہ محسن خالد محسن کی اختصار نویسی کی جملہ کاوش کو دیکھنے کی ایک تجزیاتی کوشش تھی جو مذکورہ تجزیئے کو مفصل بیان کرنے کے بعد اس نتیجے پر پہنچی ہے کہ محسن خالد محسن کے ہاں اختصاریے کی بھرپور روایت موجود ہے جس میں ادبیت کی پوری شان پائی جاتی ہے اور زبان و بیان کے جملہ عناصر و لوازم کی کارفرمائی دکھائی دیتی ہے۔

حوالاجات

1. محسن خالد محسن، آبِ رواں، (لاہور: دُعا پبلی کیشنز، 2016)، ص09
2. محسن خالد محسن، آبِ رواں،، ص09
3. ایضاً، ص10
4. ایضاً، ص11
5. ایضاً، ص12
6. ایضاً، ص18
7. ایضاً، ص18
8. ایضاً، ص20
9. ایضاً، ص21
10. ایضاً، ص22
11. ایضاً، ص25
12. ایضاً، ص48
13. ایضاً، ص50
14. ایضاً، ص56
15. ایضاً، ص65
16. ایضاً، ص74

ISSN Online : 2709-4162
ISSN Print : 2709-4154
Volume.7, Issue.1 (2024)
(January-March)

17. ایضاً،ص82

18. ایضاً،ص96

19. ایضاً،ص100

20. ایضاً،ص103

21. ایضاً،ص121

22. ایضاً،ص143

23. ایضاً،ص149